© rasailojaraid.com

رسائل و مسائل

"مقامِ سُنّت"

سوال: مسلمانوں کا مسلّمہ عقیدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی رہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے لیکن کچھ لوگ صرف قرآنی وحی کے قائل ہیں۔ ان لوگوں کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر آنحضورؐ کی ہر بات وحی پر مبنی تھی تو پھر بعض باتوں پر آپ کو قرآن میں ٹوکا کیوں گیا ہے اور دوسروں کے کہنے پر آپ نے بعض اوقات اپنی رائے بدلی کیوں ہے جیسا کہ بعض احادیث سے ثابت ہے۔ ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور کی جانب سے ایک کتاب "مقام سنت" شائع ہوئی ہے۔ اس میں بھی غیر قرآنی وحی کے قائلین اور منکرین کے دلائل کا مقابلہ اور اُن پر تنقید کرتے ہوئے مذکورۂ بالا دلیل کو دہرایا گیا ہے، بلکہ مصنف نے اسے ایک لاجواب دلیل کے طور پر پیش کر کے اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ احادیثِ قدسی اور پیشین گوئیوں وغیرہ کو چھوڑ کر باقی معاملات میں آنحضورؐ کا قول و فعل وحی نہیں۔ اس لیے قابلِ ردّ و بدل ہے۔ براہِ کرم واضح کریں کہ وحی کو صرف قرآن میں مقید کرنے یا اسے اسوۂ نبوی کے ایک قلیل حصے تک محدود سمجھنے کا نظریہ کہاں تک صحیح ہے؟

"مقام سنت" کتاب کے بعض دیگر مباحث بھی بہت غور طلب ہیں۔ معلوم نہیں آپ نے دیکھے ہیں یا نہیں۔ ایک جگہ انہوں نے حجۃ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث یہ بتاتی ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عمارؓ کے مابین عمر بھر یہ اختلاف چلتا رہا کہ آیا پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم غسلِ جنابت کا قائم مقام ہو سکتا ہے یا نہیں، حالانکہ قرآن میں دو جگہ صاف موجود ہے کہ ایسی صورت میں تیمم کر لو۔ کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ دونوں صحابی قرآن سے بھی ناواقف تھے اور کوئی دوسرا بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انہیں بتلانے والا نہ تھا یا قرآن صحابہ کرام کے نزدیک آخری حجت نہ تھا؟ پھر اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ حضرت عمار تیمم کے حق میں دلیل یہ دیتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے لیکن حضرت عمرؓ کی تشفی اس سے بھی نہ ہوئی، البتہ بعد کے لوگوں کی تشفی ہو گئی مگر وہ بھی قرآن سے نہیں بلکہ اسی حدیث سے کیونکہ ان کے ہاں بھی حدیث قرآن پر مقدم ہے۔ غرضیکہ اس متفق علیہ حدیث پر بڑے لمبے چوڑے اعتراضات کیے گئے ہیں اور دل کھول کر مذاق اڑایا گیا ہے جس سے طبیعت سخت پریشان ہوئی۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب منصبِ رسالت کی عزت و عظمت کو گھٹانے اور نبی کی سنت سے امت کا رشتہ توڑنے اور سنت کی حیثیت کو لوگوں کی نگاہوں میں مشتبہ اور غیر اہم بنانے کے لیے منجملہ دیگر نظریات کے ایک نظریہ یہ بھی وضع کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بس ایک ہی قسم کی وحی نازل ہوئی ہے جو قرآن کی دونوں دفتیوں کے مابین بند ہے اور اس سے باہر کسی قسم کی وحی کے وجود کو تسلیم کرنا یہودیوں کا عقیدہ ہے جسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سنت کی تقدیس کو مجروح کرنے کے علاوہ اس نظریے سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ سنت چونکہ مبنی بر وحی نہیں ہے اس لیے وہ محض نبی کی ایک اجتہادی رائے ہے جسے قانونِ واجب الاتباع کی حیثیت حاصل نہیں ہے بلکہ ہم اپنے اجتہاد سے اس کے خلاف فیصلے بھی کر سکتے ہیں۔

اس نظریے کی لغویت بالکل واضح ہے، کیونکہ قرآن ہی سے ثابت ہے کہ وحی متلو اور وحی مکتوب کے علاوہ بھی بکثرت وحی نہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بلکہ خدا کے ہر نبی پر نازل ہوتی رہی ہے جس پر خود عمل کرنا اور جس کی تعمیل پوری امت سے کرانا انبیاءؑ کے عین مقاصدِ بعثت میں شامل تھا اور جس کے بارے میں یہ شبہ کرنے کی گنجائش موجود نہیں ہے کہ شاید یہ اس طرح کی غیر شعوری یا جبلی وحی ہو جو مکھی کی طرف کی جاتی ہے یا یہ اس طرح کی تکوینی وحی ہو جو آسمان یا زمین کے بے جان مادے کی جانب ہوتی ہے۔ لیکن منکرینِ سنت کا پسندیدہ طریقِ کار یہ ہے کہ میٹھا میٹھا ہڑپ کر لیا جائے خواہ وہ حدیث ہی میں کیوں نہ ہو اور کڑوا کڑوا تھوک دیا جائے خواہ وہ قرآن ہی میں کیوں نہ نظر آئے۔ اس لیے وحی غیر متلو کا جو ثبوت قرآن میں ہے اُس کا تو اس گروہ کے ہاں بھولے سے بھی ذکر نہیں ہوتا، لیکن قرآن اور حدیث دونوں جگہ اس بات کی بڑی چھان بین کی جاتی ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہیں اس امر کا کوئی ثبوت ملے کہ قرآنی وحی کے ماسوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نہیں کی گئی۔ اس ثبوت کی فراہمی میں تو ناکامی ہوئی ہے، البتہ قرآن و حدیث میں گنتی کے چند واقعات ایسے ضرور مل گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیؐ کے کسی فعل پر بذریعۂ وحی تنبیہ کی گئی ہے یا نبیؐ نے کسی کے کہنے پر اپنی رائے بدل دی ہے۔ چنانچہ اسی مسالے سے اپنے حق میں استدلال کی ایک عمارت کھڑی کردی گئی ہے۔

اگر اس استدلال کو ادنیٰ غور سے بھی دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں جن واقعات کو بطور دلیل پیش کیا جا رہا ہے اُن سے نہ تو منکرین وحی غیر متلو کے دعوے کی تائید ہوتی ہے اور نہ ہی اس سے جمہور مسلمین کے دعوے کی تردید ہوتی ہے۔ منکرین کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن کے علاوہ نبی پر کسی بھی معاملے میں سرے سے وحی نازل ہوئی ہی نہیں اور واقعاتِ مذکورہ سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ بعض معاملات ایسے بھی ہیں جن میں وحی نازل نہیں ہوئی یا جن میں وحی کے نزول میں کچھ توقف ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے منکرین کا دعویٰ اثبات کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے برعکس ہمارا (یعنی منکرین کو چھوڑ کر دیگر مسلمانوں کا) دعویٰ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو وہ عین مبنی بر وحی ہے اور وحی کی رہنمائی میں سرانجام پایا ہے اس لیے منشاء و رضائے الٰہی کا بہترین مظہر ہے یا پھر کوئی فعل اگر جادۂ وحی سے ذرہ بھر بھی متفاوت ہوا ہے تو فوراً وحی کے ذریعے سے اس کی اصلاح کر دی گئی ہے۔ عصمت انبیاء کا یہی تصور ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ صرف معدودے چند واقعات و معاملات کے ماسوا معاملات کی عظیم الشان اکثریت ایسی ہے جن میں آنحضورؐ کے طرز عمل کی بنیاد یا تو عین وحی پر تھی یا پھر وہ مقتضائے وحی اور منشائے الٰہی کو ایسے مثالی اور مطلوب انداز میں پورا کرتا تھا کہ اس میں اصلاح بذریعۂ وحی کی ضرورت ہی باقی نہ رہی تھی اور اس بارے میں وحی کا سکوت یا عدم نزول بھی درحقیقت ایک مہرِ تصدیق کی حیثیت رکھتا ہے ورنہ جس نبیؐ پر وحی کی کڑی نگرانی کا یہ عالم ہو کہ مجرد لب کی جنبش کو لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ کہہ کر ٹوک دیا جائے اور فقط چین بجبیں ہونے پر سورت نازل ہو جائے، اُس نبیؐ کے بارے میں بھلا کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ امورِ نبوت کی انجام دہی میں وہ منشائے ربانی سے سرمو تجاوز کرے اور وحی اس کا فوری تدارک نہ کردے۔ لہٰذا محض چند واقعات کو چُن کر دکھا دینے سے ہمارے اس دعوے کی تردید نہیں ہوتی کہ فی الجملہ اور بحیثیتِ مجموعی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پورا اسوۂ نبویہ وحی کی رہنمائی پر مبنی ہے، بلکہ برعکس اس کے تنبیہ و استدراک کی غرض سے وحی کے نزول کا صرف چند واقعات تک محدود ہونا تو ہمارے دعوے کو اور زیادہ مضبوط کر دیتا ہے۔

فریقِ مخالف یہاں یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ تم نے عامۃ المسلمین کی جانب یہ مسلک منسوب کیا ہے کہ ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا ایک عظیم حصہ وحی پر مبنی ہے حالانکہ ان میں تو بہت سے ایسے ہیں جو نبی کی ہر بات کو وحی سمجھتے ہیں اور وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کو اپنے حق میں پیش کرتے ہیں۔ میں اس کے جواب میں یہ عرض کروں گا کہ ان دونوں باتوں میں کوئی حقیقی تخالف نہیں ہے۔ فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں جن ہزارہا اقوال و افعال اور اوامر و نواہی کا صدور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ہوا ہے، اُن میں سے ایک نہایت قلیل اور شاذ کالمعدوم حصے کے وحی پر مبنی نہ ہونے سے وہ اصول نہیں ٹوٹتا جو اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی سے اخذ کیا گیا ہے۔ جو بات ننانوے فی صد بلکہ اس سے بھی زائد اکثریت کے بارے میں صحیح ہو اُسے اگر کلیے کے طور پر بیان کر دیا جائے تو یہ اسلوبِ بیان صداقت سے کچھ زیادہ بعید نہیں ہے۔ کلی اور عمومی حکم لگانے میں اعتبار ہمیشہ کثرت ہی کا ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کو انگریزی کے ایک مقولے میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ بعض مستثنیات ایسی ہوتی ہیں جو قاعدۂ کلیہ کی تردید نہیں بلکہ تصدیق کرتی ہیں۔

THERE ARE SOME EXCEPTIONS WHICH PROVE THE RULE

بہرکیف امرِ حق یہی ہے کہ قرآن کے علاوہ بھی آنحضرتؐ پر بکثرت وحی کا نزول ہوا ہے اور جن بعض معاملات میں وحی کا نزول نہیں ہوا لیکن وہ منصبِ رسالت سے تعلق رکھتے تھے، ان میں عدمِ نزولِ وحی خود اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ معاملات منشائے ایزدی کے عین مطابق ہیں اور واجب التقلید اور قابلِ اتباع ہونے کے لحاظ سے ان میں اور مبنی بر وحی احکام میں کوئی فرق نہیں۔ اس لیے کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ اطاعتِ رسولؐ کے قلادے کو اپنی گردن سے اتارنے کے لیے وہ یہ عذر تراش لے کہ احکامِ رسالت یا اُن کا کوئی حصہ مبنی بر وحی نہیں یا اُس کے مبنی بر وحی ہونے کا کوئی ثبوت اُس کے نزدیک موجود نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں تک ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کی کتاب "مقامِ سنت" کا تعلق ہے، وہ ہماری نگاہ سے بھی گذری ہے۔ اسے دیکھنے سے یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ مصنف "انکار می کنیم و نے اقرار می کنیم" کے مسلک پر کاربند ہیں۔ شروع میں تو انہوں نے بزعمِ خویش "روایت پرستوں" اور "منکرینِ روایات" کے کیمپوں سے ہٹ کر ان دونوں سے یکساں فاصلے پر اپنا کیمپ ایک ثالث بالخیر کی حیثیت سے الگ جمایا ہے لیکن جیسے جیسے قاری دورانِ بحث اُن کے ساتھ آگے بڑھتا ہے تو ایسا دکھائی دیتا ہے جیسے وہ "منکرینِ روایات" کے کیمپ سے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں حتیٰ کہ بعض مقامات ایسے بھی آتے ہیں جہاں ہم جیسے "روایت پرست" یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ شاید مصنف میں اور منکرینِ روایات میں بس بالشت بھر ہی کا فاصلہ رہ گیا ہے اور کہیں کہیں وہ منکرین ہی کے ہتھیار مستعار لے کر "روایت پرستوں" کے خلاف صف آرا نظر آتے ہیں۔ نقل کردہ اقتباسات ہی میں دیکھا جا سکتا ہے کہ آغاز تو وہ یہاں سے فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی تمام باتیں مطابقِ وحی ہیں لیکن عین وحی نہیں، البتہ ان کا ایک مختصر حصہ الہام ہے اور انجام اس پر ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ دو تین مقامات ایسے ہیں جہاں احادیث کو الہامی مانا جا سکتا ہے اور چونکہ معاملات تبدل ہوتے ہیں اس لیے دورِ نبویؐ کی بہت سی باتیں کسی دوسرے دور میں قابلِ ردّ و بدل بھی ہو سکتی ہیں۔ قصہ کوتاہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بود۔

صحیحین کی حدیثِ تیمم پر جو خامہ فرسائی اور حاشیہ آرائی "مقامِ سنت" میں کی گئی ہے اُسے دیکھنے کا موقع بھی ملا ہے اور سخت تعجب اور افسوس ہوا ہے کہ خود مغالطہ میں پڑ کر دوسروں کو بھی کیوں مغالطہ میں ڈالا گیا ہے اور ادنیٰ غور و تامل کے بغیر سلف سے لے کر خلف تک تمام صحابہ و محدثین کو نشانۂ تضحیک و استخفاف بنانے کی جرأت کیسے کر لی گئی ہے۔ اس معاملے کی حقیقت یہ ہے کہ غسل و تیمم کی بحث قرآن میں جن دو مقامات (سورۂ نساء و مائدہ) میں آئی ہے وہ یہ ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا ۔۔۔۔ (النساء) وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا ۔۔۔۔ (المائدہ)۔ دونوں جگہ پہلے جہاں جُنُباً کا ذکر ہے وہاں تو تَغْتَسِلُوْا اور فَاطَّهَّرُوْا کے الفاظ آئے ہیں اور آگے جہاں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت بیان ہوئی ہے وہاں لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ کے الفاظ ہیں جو اگرچہ کنایۃً مجامعت کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں لیکن اس بارے میں صراحت کے حامل بہرحال نہیں ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ لمس کے اصل معنی چھونے ہی کے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے معنی اور مراد متعین کرنے میں صحابہ میں بھی اور تابعین و ائمہ مجتہدین میں بھی اختلاف رونما ہوا ہے۔ لَامَسْتُمُ النِّسَآءَ کے معنی عورتوں کو مجرد ہاتھ لگانے کے بھی لیے گئے ہیں، شہوت سے ہاتھ لگانے کے بھی لیے گئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور مجامعت کے بھی لیے گئے ہیں۔ صحابہ کرام میں حضرت عمرؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں مباشرت کا نہیں بلکہ چھونے کا ذکر ہے۔ اسی رائے کو امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام زہریؒ، امام نخعیؒ اور بعض دیگر ائمہ نے لیا ہے۔ اس کے برعکس حضرت علیؓ اور بعض دیگر صحابہ نے لمس کا مفہوم مجامعت سمجھا ہے اور اسی مسلک کے حامل امام ابو حنیفہؒ اور بعض دیگر فقہا ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ آیت میں دو معنوں کا احتمال ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ یا بعض دیگر اصحاب جو لٰمَسْتُمْ سے مراد مجامعت نہیں لیتے، اُن کے خلاف اس آیت کی بنا پر حجت کیسے قائم کی جاسکتی ہے اور اگر ازالۂ جنابت کے لیے تیمم کا جواز اُن کے نزدیک اس آیت سے نہ نکلتا ہو تو ان کے خلاف قرآن کی مخالفت یا قرآن سے جہالت کا بھیانک الزام کیسے عائد کیا جاسکتا ہے؟ اسی طرح اگر اس مسلک کے قائلین تک کوئی ایسی روایت نہ پہنچی ہو یا اُن کے نزدیک وہ قابلِ قبول نہ ہو جس میں غسلِ جنابت کے بجائے تیمم کی اجازت ہو تو آخر اس بنا پر بھی انہیں کیوں موردِ طعن بنایا جائے؟

حضرت عمرؓ کے خلاف چونکہ خاص طور پر حضرت عمارؓ کی حدیث کے رد کرنے کا الزام ہے اس لیے مَیں چاہتا ہوں کہ اس حدیث کی پوری تفصیل بیان کر دوں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جب سفر میں پانی کی نایابی کی وجہ سے حضرت عمارؓ کو غسل کی حاجت پیش آئی تھی اور اُن کے دریافت کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے تیمم کو کافی قرار دیا تھا تو حضرت عمارؓ کے بیان کے مطابق اُس وقت حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ مگر اتفاق کی بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ سارا واقعہ بھول گیا، حتیٰ کہ جب بعد میں حضرت عمارؓ نے انہیں یاد دلایا تب بھی انہیں یاد نہ آسکا۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کو جب حضرت عمارؓ نے بتایا ہو گا کہ یہ واقعہ آپ کے سامنے کا ہے تو حضرت عمرؓ کو اور بھی تعجب ہوا ہو گا اور ممکن ہے آپ نے یہ خیال کیا ہو کہ جس واقعہ میں وہ خود شریک تھے اُسے اگر حضرت عمارؓ نے یاد رکھا ہے تو وہ اس کو کیسے فراموش کر سکتے تھے؛ غالباً اسی وجہ سے انہوں نے حضرت عمارؓ کی بات ماننے میں تامل کیا اور اپنے اسی مسلک پر قائم رہے کہ تیمم غسل کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور جنبی جب تک نہا نہ لے اس کی نجاست زائل نہیں ہو سکتی۔

باقی رہا یہ سوال کہ حضرت عمرؓ نے جس حدیث کو قبول نہ کیا اُسے دوسروں نے کیسے قبول کر لیا تو اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا جواب تو یہی ہے کہ حضرت عمرؓ کو قدرتی طور پر یہ امر مستبعد معلوم ہوا ہو گا کہ ایک ہی واقعہ کو وہ بھول جائیں لیکن عمارؓ نہ بھولیں، لیکن دوسروں کو حضرت عمارؓ کی روایت تسلیم کرنے میں وہ نفسیاتی اشکال پیش نہیں آسکتا تھا، جو حضرت عمرؓ کی راہ میں حائل تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ پانی کی نایابی کی صورت میں غسل کے بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تیمم کی اجازت دینا بعض دوسرے صحابہ سے (مثلاً حضرت عمرانؓ سے صحیحین ہی میں) مروی ہے اور یہ بات بعید از فہم و قیاس نہیں کہ جب محدثین نے اس مضمون کی احادیث کو مختلف طریقوں سے جمع کیا ہو گا تو انہیں اس بات کا کامل یقین ہو گیا ہو گا کہ اس معاملے میں حضرت عمرؓ کو تقاضائے بشریت نسیان لاحق ہوا ہے اور حضرت عمارؓ اور دوسرے صحابہ کی روایت ہی صحیح ہے۔

افسوس ہے کہ بخاری و مسلم کی مذکورۂ بالا حدیث کے خلاف اعتراضات کا انبار لگانے اور عجیب و غریب نکتہ آفرینیاں کرنے سے قبل نہ تو قرآن کے الفاظ پر غور کیا گیا اور نہ کسی تفسیر، حدیث یا فقہ کی کتاب میں اس معاملے کی تفصیلات دیکھنے کی زحمت گوارا فرمائی گئی۔ بس حجۃ اللہ کی ایک عبارت دیکھ کر طنز و تعریض اور طعن و تشنیع کی رگ پھڑک اٹھی اور حضرت عمرؓ سے لے کر شاہ ولی اللہ صاحب تک سب کی خبر لے ڈالی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ اللہ کو بھی مکمل نہیں پڑھا گیا ورنہ اسی کتاب سے یہ معلوم ہو جاتا کہ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا مفہوم و مدلول مختلف فیہ ہے، نیز یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ حضرت عمرؓ اس آیت سے ناواقف نہیں تھے بلکہ اسے ظاہر الفاظ پر محمول کرتے تھے۔ حجۃ اللہ حصہ اول، فصل تیمم میں صاف لکھا ہے: کان عمر وابن مسعود رضی اللہ عنہما لا یریان التیمم عن الجنابۃ وحملا الایۃ علی اللمس وانہ ینقض الوضوء (حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ جنابت سے پاک ہونے کے لیے تیمم کافی نہیں۔ وہ آیت (لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ) کو فقط چھونے پر محمول کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ عورت کو چھونے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے)۔

مقامِ حیرت ہے کہ جو لوگ علم و تحقیق کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں اس افسوسناک حد تک مبتلائے تساہل ہیں وہ "مقامِ سنت" کو متعین کرنے بیٹھ جاتے ہیں!

رسالہ ترجمان القرآن

کے خریداروں اور ایجنٹوں سے گذارش ہے کہ منی آرڈر بھیجتے وقت یا خط و کتابت کے سلسلے میں اپنے نمبر خریداری یا ایجنسی نمبر کا حوالہ ضرور تحریر کیا کریں۔ نئے خریدار اپنے مکمل پتے کے ساتھ جس ماہ سے وہ رسالہ جاری کروانا چاہیں اس کا حوالہ بھی منی آرڈر کوپن پر تحریر فرما دیا کریں۔

مینجر ترجمان القرآن لاہور

© rasailojaraid.com